53

سورۂ فاتحہ سے ایک سبق

(فرمودہ ۸ فروری ۱۹۲۴ء)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا

گلے کی تکلیف کی وجہ سے میں زیادہ بول نہیں سکتا۔ اور اسی وجہ سے آج کل درس بھی نہیں دے سکتا۔ کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ تھوڑا سا بھی بولنے کی وجہ سے گلے کی تکلیف اس قدر بڑھ جاتی ہے اور اس میں سے ایسا زہر جذب ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے بخار ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی جمعہ کے موقعہ پر میں نے یہی مناسب سمجھا کہ چند لفظ بولوں۔

میں نے اپنی جماعت کے دوستوں کو پچھلے دو خطبوں میں اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ سورۂ فاتحہ ہمیں دو سبق دیتی ہے۔ ایک تو یہ کہ علم کی کتنی قسمیں ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ جہالت کی کتنی اقسام ہیں۔ آج میں تیسرے سبق کی طرف اپنے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ پہلے سبق تو انسان کی اپنی ذات کے متعلق ہیں کہ اس کو اپنی ذات کی اصلاح کرنی چاہئے۔ وہ یہ ہے کہ دنیا میں کوئی انسان اپنے آپ کو علیحدہ وجود سمجھنے کا مستحق نہیں نیک مقابلہ کے لئے بیشک اللہ تعالیٰ نے یہ سکھایا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو علیحدہ وجود قرار دے۔ لیکن صرف اپنے فائدہ کے لئے کوئی انسان اپنے آپ کو علیحدہ وجود نہیں ٹھہرا سکتا۔ حتیٰ کہ اس کی تمام ترقیات دوسروں کے ساتھ وابستہ کر دی گئی ہیں۔ یہ امر بتاتا ہے کہ منشا الٰہی یہی ہے کہ انسان اپنے آپ کو علیحدہ وجود قرار نہ دے۔ مثلاً بیماری ہے۔ اب کوئی بیماری ایسی نہیں۔ جو ایک شخص کے ساتھ مخصوص ہو۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ ایک خاص بیماری میں ایک ہی شخص مبتلا ہو اور دوسرا اس میں کوئی نہ مبتلا ہو۔ بلکہ ہر بیماری دوسرے پر بھی اثر ڈالتی ہے۔ بعض متعدی بیماریاں تو مشہور بھی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مجلس میں ایک آدمی اُباسی لیتا ہے۔ تو دوسروں کے منہ بھی کھل جاتے ہیں۔ ایک افسردہ سے افسردہ مجلس ہو۔ اس میں اگر کوئی ایسا شخص آوے۔ جس کے دل میں سچے طور پر خوشی ہو تو وہ تمام غمزدہ لوگ خوش ہو جائیں گے۔ اسی

طرح اگر رقت والا انسان کسی خوشی کی مجلس میں آ جائے۔ تو سب پر رقت طاری ہو جائے گی مثلاً خطبہ میں ایک شخص کسی بات پر سبحان اللہ کہے تو دوسرے کی زبان پر بھی سبحان اللہ جاری ہو جاتا ہے۔ ایک شخص نماز میں رونے لگ جائے۔ تو دوسروں کی آواز میں بھی رقت معلوم ہو گی ایک شخص عمدہ محنت کرتا ہے۔ تو اس سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ ایک تندرست ملازم ہے تو اس کے کام اور محنت سے اس کے بیوی بچوں کو اور اس کے آقا کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ تو نہ تو غم اور نہ خوشی نہ سکھ اور نہ دکھ کی کوئی ایسی بات ہے۔ جو ایک کے ساتھ محدود ہو۔

یہ سلسلہ کیوں خدا نے رکھا ہے۔ حتیٰ کہ عذاب بھی ایک حد تک ایک انسان کے ساتھ تو اس کا خاص تعلق ہوتا ہے۔ لیکن اس کا اثر دوسروں پر بھی ضرور ہوتا ہے۔ مثلاً عذاب کے ماتحت ایک شخص جوان مرگ ہوتا ہے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ اس کے بیوی بچوں کو بھی بھگتنا پڑتا ہے۔ اس طرح جن لوگوں پر رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ تو اس کے نتیجہ میں ان کے متعلقین کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ ایک شخص خدمت دین کرنے والے شخص کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ تو اس کو بھی اس نیک کام میں حصہ ملے گا۔ اگر کوئی عالم کے ساتھ بیٹھے گا۔ تو اسے بھی علم حاصل ہو گا۔

پس یہ قانون بتا رہا ہے کہ ہم ہر ایک کام کو دیکھیں کہ یہ ہماری ذات تک محدود نہیں رہے گا۔ کیونکہ اگر وہ مثلاً بیمار ہے اور اس کی بیماری غالب ہے۔ تو ہم بھی بیمار ہوں گے۔ یا ہماری بیماری غالب ہے تو دوسروں کو بیماری حاصل ہو گی۔ اسی طرح اگر ہم تندرست ہیں اور ہماری صحت غالب ہے۔ تو دوسروں کو بھی صحت حاصل ہو گی۔ اسی بات کی طرف سورۂ فاتحہ میں اشارہ کیا گیا ہے جب کہ اس میں سے میں کا لفظ ہی اڑا دیا ہے جہاں متکلم کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ وہاں لفظ ہم ہی رکھا ہے۔ تینوں جگہ ہم کا لفظ رکھا ہے۔ ہم عبادت کرتے ہیں ہم خدا سے مدد مانگتے ہیں۔ اور ہم اس سے ہدایت مانگتے ہیں۔ جب ہم کوئی لفظ بولتے ہیں۔ اور اس کی تعیین نہیں ہوتی تو ہم اس کلام کے بولنے کی طرف دیکھیں گے۔ کہ اس کی پہلی کلام سے اس لفظ کی کیا تعیین ہوتی ہے۔ تو ہم کو یہاں معلوم ہوتا ہے کہ اس سورۃ میں پہلے رب العالمین آیا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کم سے کم اگر اس کے معنے ہم لئے جائیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ تمام کے تمام انسان جو ہیں اُن کی طرف سے ہم کہتے ہیں کہ ہم تیری مدد کے طالب ہیں۔ تیری طرف سے ہدایت کے طالب ہیں۔

بیشک نیک مقابلہ کے لئے اور ایک دوسرے کو مدد دینے کے لئے تو میں کا لفظ بولا جاتا ہے۔ لیکن مجموعی کاموں کے لئے ہم آتا ہے۔ پس یہاں جو **ایاک نعبد** سے لے کر **اھدنا الصراط المستقیم**

تک آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان تبھی سچے طور پر عبادت کر سکتا ہے کہ اس کے سوا تمام انسانوں کو بھی ہدایت ہو اور یہ تبھی ہلاکت سے بچ سکتا ہے۔ جب کہ تمام آدمیوں کو خدا کی طرف سے ہدایت ہو اور مدد ہو کیونکہ اگر صرف اسی کو ہدایت مل گئی ہے اور دوسروں کو نہیں ملی تو دوسرے گمراہ لوگ اس کو گمراہ کر سکتے ہیں۔ اگر اس کو گمراہ نہیں کریں گے۔ تو اس کی اولاد کو ضرور گمراہ کریں گے۔ پس یہ تبھی محفوظ رہ سکتی ہے جب کہ اس کے اردگرد کے لوگ بھی محفوظ ہوں۔

پس سورہ فاتحہ ہمیں سبق دیتی ہے کہ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم باقی لوگوں کو بھی ہدایت کی طرف لانے کے لئے توجہ کریں۔ اگر خالی منہ سے ان کی ہدایت کے لئے دعا مانگتے رہیں۔ لیکن ان کی ہدایت کے لئے کوشش نہ کریں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم جھوٹ بولتے ہیں۔

تبلیغ انسان کے ابتدائی اور اعلیٰ درجہ کے فرائض میں سے ہے۔ اب جب کہ یہ دعا مانگتا ہے۔ کہ ہم سب کو ہدایت دے تو عجیب بات ہے کہ جب اسے ہدایت دی جاتی ہے۔ تو دوسروں کا حصہ بھی اپنے پاس رکھ چھوڑتا ہے یہ پھر چور اور ڈاکو ہے۔ اس لئے خطرہ ہے کہ اس کو جو ہدایت دی گئی ہے۔ وہ بھی چھینی جائے۔ اس لئے وہی شخص قبولیت کا شرف حاصل کر سکتا ہے کہ جو دوسروں کو بھی جو ہدایت میں ان کا حصہ ہے پہنچا دیتا ہے۔ اس میں چوری نہیں کرتا۔ لیکن وہ شخص جو دوسروں تک ہدایت نہیں پہنچاتا وہ خطرہ میں ہے کہ وہ کبھی ہدایت سے محروم نہ رہے۔

پس میں تمام جماعت کو اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ جلد سے جلد اس زمانہ میں ہدایت کو دوسروں تک پہنچا دے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کی توفیق دے کہ ہم اپنے فرائض کو سمجھیں۔ اور اپنی ذمہ داری کو ادا کریں۔ اور ہدایت کو ہم دوسروں تک پہنچا دیں۔

(الفضل ۱۵ فروری ۱۹۲۴ء)